tsurdu.blogspot.com

بانو قدسیہ

KHALID
itsurdu.blogspot.com
KM
MAHMOOD
itsurdu.blogspot.com

توبہ شکن

tsurdu.blogspot.com

بی بی رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی۔ آنسو بے روک ٹوک گالوں پر نکل کھڑے ہوتے تھے۔ مجھے کوئی خوشی راس نہیں آتی ۔ میرا نصیب ہی ایسا ہے۔ جو خوشی ملتی ہے ایسی ملتی ہے گویا کوکا کولا کی بوتل میں ریت ملا دی ہو کسی نے۔

آنکھیں سرخ ساٹن کی طرح چمک رہی تھیں اور سانسوں میں دمے کے اکھڑے پن کی سی کیفیت تھی۔ پاس ہی پپو بیٹھا کھانس رہا تھا۔ کالی کھانسی نامراد کا ہلا جب بھی ہوتا بیچارے کا منہ کھانس کھانس کر بینگن سا ہو جاتا ۔ منہ سے رال بہنے لگتا او ر ہاتھ پاؤں اینٹھ سے جاتے۔ امی سامنے چپ چاپ کھڑکی میں بیٹھی ان دنوں کو یاد کر رہی تھیں جب وہ ایک ڈی سی کی بیوی تھیں اور ضلع کے تمام افسروں کی بیویاں ان کی خوشامد کیا کرتی تھیں۔ وہ بڑی بڑی تقریبوں میں مہمان خصوصی ہوا کرتیں، اور لوگ ان سے درخت لگواتے ربن کٹواتے ۔۔انعامات تقسیم کرواتے۔

پروفیسر صاحب ہر تیسرے مندھم سی آواز میں پوچھتے ۔ لیکن آخر بات کیا ہے بی بی ۔ کیا ہوا ہے۔ وہ پروفیسر صاحب کو کیا بتاتی کہ دوسروں کے اصول اپنانے سے اپنے اصول بدل نہیں جاتے صرف ان پر غلاف بدل جاتا ہے۔ ستار کا غلاف ، مشین کا غلاف ، تکیے کا غلاف۔۔درخت کو ہمیشہ جڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اسے کرسمس ٹری کی طرح یونہی داب داب کر مٹی میں کھڑا کر دیں گے تو کتنے دن کھڑا رہے گا۔ بالاخر تو گرے ہی گا۔ وہ اپنے پروفیسر میاں کو کیا بتاتی کہ اس گھر سے رسہ تڑوا کر جب وہ بانو بازار پہنچی تھی اور جس وقت وہ ربڑ کی ہوائی چپلوں کا بھاؤ چار آنے کم کروا رہی تھی تو کیا ہوا تھا؟۔

اس کے ہوائی پھٹے پاؤں ٹوٹی چپلی میں تھے۔ ہاتھوں کے ناخنوں میں برتن مانجھ

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
به‌توشکن
tsurdu.blogspot.com

مانجھ کر کیچ جمی ہوئی تھی۔ سانس میں پیاز کے باسی لچھوں کی بو تھی۔ قمیض کے بٹن ٹوٹے ہوئےا ور دوپٹے کی لیس ادھڑی ہوئی تھی۔ اس ماندے حال جب وہ بانو بازار کے ناکے پر کھڑی تھی تو کیا ہوا تھا؟۔ یون تو دن چڑھتے ہی روز کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا تھا پر آج کا دن بھی خوب رہا۔ ادھر پچھلی بات بھولتی تھی ادھر نیا تھپڑ لگتا تھا۔ ادھر تھپڑ کی ٹیس کم ہوتی تھی۔ ادھر کوئی چٹکی کاٹ لیتا تھا۔ جو کچھ بانو بازار میں ہوا وہ تو فقط فل اسٹاپ کے طو رپر تھا۔

صبح سویرے ہی سنتو جمعدارنی نے بر آمدے میں گھستے ہی کام کرنے سے انکار کر دیا۔ رانڈ سے اتنا ہی تو کہا تھا کہ نالیاں صاف نہیں ہوتیں ۔ ذرا دھیان سے کام کیا کر ۔ بس جھاڑو وہیں پٹخ کر بولی ۔ میرا حساب کر دیں جی۔۔ کتنی خدمتیں کی تھیں بد بخت کی۔ صبح سویرے تام چینی کے مگ میں ایک رس کے ساتھ چائے۔ رات کے جھوٹے چاول اور باسی سالن روز کا بندھا ہوا تھا۔ چھ مہینے کی نوکری میں تین نائلون جالی کے دوپٹے ۔ امی کے پرانے سلیپر اور پروفیسر صاحب کی قمیض لے گئی تھی ۔ کسی کو جرات نہ تھی کہ اسے جمعدارنی کہہ کر بلا لیتا۔ سب کا سنتو سنتو کہتے منہ سوکھتا تھا۔ پر وہ تو طوطے کی سگی پھوپھی تھی۔ ایسی سفید چشم واقع ہوئی کہ فورا حساب کر، جھاڑو بغل می داب ، سر پر سلپفحی دھر۔ یہ جا وہ جا۔ بی بی کا خیال تھا کہ تھوڑی دیر میں آکر پاؤں پکڑے گی۔ معافی مانگے گی اور ساری عمر کی غلامی کاعہد کرے گی۔ بھلا ایسا گھر اسے کہاں ملے گا۔ پر وہ تو ایسی دفان ہوئی کہ دوپہر کا کھانا پک کر تیار ہو گیا پر سنتو مہارانی نہ لوٹی۔

سارے گھر کی صفائیوں کے علاوہ غسلخانے بھی دھونے پڑے اور کمروں میں ٹاکی بھی پھیرنی پڑی۔ ابھی کمر سیدھی کرنے کو لیٹی ہی تھی کہ ایک مہمان بی بی آگئیں۔ منے کی آنکھ مشکل سے لگی تھی۔ مہمان بی بی حسن اتفاق سے ذرا اونچا بولتی تھیں ۔ منا اٹھ بیٹھا اور اٹھتے ہی کھانسنے لگا۔ کالی کھانسی کا بھی ہر علاج کر دیکھا تھا پر نہ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

لیکن بات تو مہمان بی بی کی ہو رہی تھی۔ ان کے آنے سے سارے گھر والے اپنے کمروں سے نکل آئے اور گرمیوں کی دوپہر میں خورشید کو ایک عدد بوتل لینے کے لئے بھگا دیا گیا۔ ساتھ ہی اتنا سارا سودا اور بھی یاد آگیا کہ پورے پانچ روپے دینے پڑے۔

خورشید پورے تین سال سے اس گھر میں ملازم تھی۔ ج ب آنی تھی تو بغیر دوپٹے کے کھوکھے تک چلی جاتی تھی اور اب وہ بالوں میں پلاسٹک کے کلپ لگانے لگی تھی۔ چوری چوری پیروں کو کیو ٹیکس اور منے کو پاؤڈر لگانے کے بعد اپنے چہرے پر بے بی پاؤڈر استعمال کرنے لگی تھی۔ جب خورشید موٹی ململ کا دوپٹہ اوڑھ کر ہاتھ میں خالی سرکوانش کی بوتل لے کر سراج کے کھوکھے پر پہنچی تو سڑکیں بے آبد سی ہو رہی تھیں۔ پانچ روپے کا نوٹ جو اس کے ہاتھ میں پتی سی بن گیا تھا نقدی والے ٹین کی ٹرے میں دھرتی ہوئی خورشید بولی۔ایک بوتل مٹی کا تیل لا دو۔۔ دو سات سو سات کے صابن۔ تین پان سادہ۔۔ چار میٹھے۔۔۔ایک ٹلکی سفید دھاگے کی۔ دو لولی پاپ اور ایک بوتل ٹھنڈی ٹھار سیون اپ کی۔

روڑی کوٹنے والا انجن بھی جا چکا تھا اور کولتار کے دو تین خالی ڈرم تازہ کوٹی ہوئی سڑک پر اوندھے پڑے تھے ۔ سڑک پر سے حدت کی وجہ سے بھاپ سی اٹھتی نظر آتی تھی۔

دانی کی لڑکی خورشید کو دیکھ کر سراج کو اپنا گاؤں دھلا یا د آگیا۔ دھلے میں اسی وضع قطع، اسی چال کی سیندوری سے رنگ کی نو بالغ لڑکی حکیم صاحب کی ہوا کرتی تھی۔ ٹانسے کا برقعہ پہنتی تھی۔ انگریزی صابن سے منہ دھوتی تھی اور شاید خمیرہ گاؤ زبان اور کشتہ مردا رید بمعہ شربت صندل کے اتنی مقدار میں پی چکی تھی کہ جہاں سے گزر تو ہومیو پیتھیک سے آرام آیا نہ ڈاکٹری علاج سے۔ حکیموں کے کشتے اور معجون بھی رائیگاں گئے۔ بس ایک علاج رہ گیا تھا اور یہ علاج سنتو جمعدارنی بتایا کرتی تھی۔ بی بی کسی کالے گھوڑے والے سے پوچھو کہ منے کو کیا کھلائیں۔ جو کہے سو کھلاؤ ۔ دنو ں میں آرام آجائے گا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب ہمیشہ اس نفخ کی مریضہ کے لئے دو پڑیاں دیا کرتے تھے ۔ ایک خاکی پڑیا گلاب کے عرق کے ساتھ پینا ہوتی تھی اور دوسری سفید پڑیا سونف کے عرق کے ساتھ۔ حکیم صاحب کی بیٹی عموماً اسے اپنے خط پوسٹ کرنے کو دیا کرتی۔ وہ ان خطوں کو لال ڈبے میں ڈالنے سے پہلے کتنی دیر سونگھتا رہتا تھا۔ ان لفافوں سے بھی سیب کے مربے کی خوشبو آیا کرتی تھی۔

اس وقت دانی کرموں کی بیٹی گرم دوپہر میں اس کے سامنے کھڑی تھی اور سارے میں سیب کا مربہ پھیلا ہوا تھا۔ پانچ روپے کا نوٹ نقدی والے ٹرے میں سے اٹھا کر سراج نے چیچی نظرو ں سے خورشید کی طرف دیکھا اور کھنکار کر بولا ...ایک ہی سانس میں اتنا کچھ کہہ گئی ۔ آہستہ آہستہ کہو نا۔ کیا کیا خریدنا ہے؟ایک بوتل مٹی کا تیل ...دو سات سات صابن ...تین پان سادہ چار میٹھے۔ایک نلکی بٹر فلائی والی سفید رنگ کی...ایک بوتل سیون اپ کی..جلدی کر ، گھر مہمان آئے ہوئے ہیں۔سب سے پہلے تو سراج کھٹاک سے سبز بوتل کو ڈھکنا کھولا اور بوتل کو خورشید کی جانب بڑھا کر بولا۔ یہ تو ہو گئی بوتل اور...بوتل کیوں کھولی تو نے..اب بی بی جی ناراض ہوں گی۔ میں تو سمجھا کہ کھول کر دینی ہے۔ میں نے کونی کہا تھا تجھے کھولنے کے لئے۔ اچھا اچھا بابا ..میری غلطی تھی۔ یہ بوتل تو پی لے ۔میں ڈھکنے والی اور دے دیتا ہوں تجھے.. جس وقت خورشید بوتل پی رہی تھی اس وت بی بی کا چھوٹا بھائی اظہر ادھر سے گزرا۔ اسے سڑا سے بوتل پیتے دیکھ کر وہ میں بازار جانے کی بجائے الٹا چودھری کالونی کی طرف لوٹ کسی کے گھر کونی بیمار پڑ جاتاجاتی سیب کے مربے کی خوشبو آنے لگتی ۔گاؤں میں جاتا کہ شاید وہ اسے حکیم تو سراج اس خیال سے اس کی بیمار پرسی کرنے ضرور ماں کے پیٹ میں درد اٹھتا تو صاحب کے پاس دوا لینے کے لئے بھیج دے۔ جب کبھی سراج کو یہ ت خوشی ہوتی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

گیا اور این ٹانپ کے کوارٹر میں پہنچ کر برآمدے ہی سے بولا۔ بی بی آپ یہاں بوتل کا انتظار کر رہی ہیں اور وہ لاڈلی وہاں کھوکھے پر خود بوتل پی رہی ہے سڑا لگا کر۔ بھائی تو اخبار والے کے فرائض سر انجام دے کر سائیکل پر چلا گیا لیکن جب دو روپے تیرہ آنے کی ریزگاری مٹھی میں دبائے دوسرے ہاتھ میں مٹی کے تیل کی بوتل اور بکل میں سات سو سات صابن کے ساتھ سیون اپ کی بوتل لئے خورشید آئی تو سنتو جمعدارنی کے حصے کا غصہ بھی خورشید پر ہی اترا۔ اتنی دیر لگ جاتی ہے تجھے کھوکھے پر ۔ بڑی بھیڑ تھی جی۔۔ سراج کے کھوکھے پر ۔۔اس وقت؟

بہت لوگوں کے مہمان آئے ہوئے ہیں جی۔۔سمن آباد میں ویسے ہی مہمان بہت آتے ہیں۔ سب نوکر بوتلیں لے جا رہے تھے۔۔ جھوٹ نہ بول کمبخت میں سب جانتی ہوں۔ جورشید کا رنگ فق ہو گیا۔کیا جانتی ہیں ۔ جی آپ ؟ ابھی کھوکھے پر کھڑی تو۔۔۔بوتل نہیں پی رہی تھی۔ خورشید کی جان میں جان آئی ۔۔پھر وہ بھپر کر بولی ۔وہ میرے اپنے پیسوں کی تھی جی۔ آپ حساب کر دیں جی میرا۔۔ مجھ سے ایسی نوکری نہیں ہوتی۔ بی بی تو حیران رہ گئی۔سنتو کا جان گویا خورشید کے جانے کی تمہید تھی۔ لمحوں میں بات یوں بڑھی کہ مہمان بی بی سمیت سب برآمدے میں جمع ہو گئے ۔ اور کترن بھی لڑکی نے وہ زبان درازی کی کہ جن مہمان بی بی پر بوتل پلا کر رعب گانٹھنا تھا وہ اس گھر کو دیکھ کر قائل ہو گئیں کہ بد نظمی ، بے ترتیبی اور بد تمیزی میں یہ گھر حرف آخر ہے۔ انا فانا مکان ناکورانی کے بغیر سونا سونا ہو گیا۔

ادھر جمعدارنی اور خورشید کا رنج تو تھا ہی اوپر سے پپو کی کھانسی دم نہ لینے دیتی تھی۔ جب تک خورشید کا دم تھا کم از کم اسے اٹھانے پچکارنے والا تو کوئی موجود تھا۔ اب کفگیر تو چھوڑ چھاڑ کے بچے کو اٹھانا پڑتا۔ اسے بھی کالی کھانسی کا دورہ پڑتا تو رنگت بینگن کی سی ہو جاتی۔ آنکھیں سرخا سرخ نکل آتیں اور سانس یوں چلتا جیسے کئی ہوئی پانی کی ٹیوب سے پانی رس رس کے نکلتا ہے۔

tsurdu.blogspot.com

اس روز دن میں کئی مرتبہ بی بی نے دل میں کہا۔ہم سے اچھا گھرانہ نہیں ملے گا تو دیکھیں گے ۔ ابھی کل بر آمدے میں آنی بیٹھی ہوں گی دونوں کالے منہ والیاں پر اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس سے اچھا گھر ملے نہ ملے وہ دونوں اب تو کر نہ رہیں گی۔سارے گھر میں میں نظر دوڑاتی تو چھت کے جالوں سے لے کر رکی ہوئی نالی تک اور ٹوٹی ہوئی سیڑھیوں سے لے کر اندر ٹپ ٹپ برسنے والی نلکے تک عجیب کسمپرسی کا عالم تھا، ہر جگہ ایک آنچ کی کسر تھی۔ تین کمروں کا مکان جس کے دروازوں کے آگے ڈھیلی ڈوروں میں دھاری دار پردے پڑے تھے، عجیب سی زندگی کا سراغ دیتا تھا۔ نہ تو یہ دولت تھی اور نہ ہی غریبی تھی ۔ ردی کے اخبار کی طرح اس کا تشخص ختم ہو چکا تھا۔

جب تک ابا جی زندہ تھے ار بات تھی۔ کبھی کبھار مانکہ جا کر ہی ہوا کا احساس پیدا ہو جاتا۔ اب تو ابا جی کی وفات کے بعد امی اظہر اور منی بھی اس کے پاس آگئے تھے امی زیادہ وقت پچھلی پوزیشن کو یاد کر کے رونے میں بسر کرتیں۔جب رونے سے فراغت ہوتی تو وہ اڑوس پڑوس میں یہ بتانے کے لئے نکل جاتیں کہ وہ ایک ڈپٹی کمشنر کی بیگم تھیں اور حالات نے انہ یں یہاں سمن آباد میں رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ منی کو مٹی کھانے کا عارضہ تھا ۔ دیواریں کھرچ کھرچ کر کھوکھلی کر دی تھیں ۔نامراد سمینٹ کا پکا فرش اپنی نرم نرم انگلیوں سے کرید کر دھر دیتی ۔ بہت مرچیں کھلائیں ۔ کونین ملی مٹی سے ضیافت کی۔ ہانٹوں پر دھکتا ہوا کوئلہ رکھنے کی دھمکی دی پر وہ شیر کی بچی مٹی کو دیکھ کر بری طرح ریشہ خطمی ہوتی۔
اظہر جس کالج میں داخلہ لینا چاہتا تھا جب اس کالج کے پرنسپل نے تھرڈ ڈویزن کے باعث انکار کر دیا تو دن رات ماں بیٹا مرحوم ڈی سی صاحب کو یاد کر کے روتے رہے۔ ان کے ایک فون سے وہ بات بن جاتی جو پروفیسر فخر کے کئی پھیروں سے نہ بنی۔ امی تو

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

دبی زبان میں کئی بار یہاں تک کہہ کی تھیں کہ داماد کس کام کا جس کی سفارش ہی شہر میں نہ نتیجے کے طور پر اظہر نے پڑھائی کا سلسلہ منقطع کر لیا۔ پروفیسر صاحب نے بہت سمجھایا پر اس کے پاس تو باپ کی نشانی ایک م وٹر سائیکل تھا۔ چند ایک دوست تھے جو سول لائنز میں رہتے تھے ۔ وہ بھلا کیا کالج والج جاتا۔ اس سارے ماحول میں پروفیسر فخر کیچڑ کا کنول تھے۔ لمبے قد کے دبلے پتلے پروفیسر۔ سیاہ آنکھیں جن میں تجسس اور شفقت کا ملا جلا رنگ تھا۔ انہیں دیکھ کر خدا جنے کیوں ریگستان کے گلہ بان یاد آ جاتے۔ وہ ان لوگوں کی طرح تھے جن کے آدرش وقت کے ساتھ دھندلے نہیں پڑ جاتے۔ جو اس لئے محکمہ تعلیم میں نہیں جاتے کہ ان سے سی ایس پی کا امتحان پاس نہیں ہو سکتا وہ دولت کمانے کے لئے کوئی بہتر گر نہیں جانتے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کا پیشہ اس لئے چ نا تھا کہ انہیں ناجانوں کی پر تجسس آنکھیں پسند تھیں انہیں فسٹ ایئر کے وہ لڑکے بہت اچھے لگتے تھے جو گاؤں سے آتے تھے اور آہستہ آہستہ شہر کے رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ ان کے چہروں سے جو ذہانت ٹپکتی تھی دھرتی قریب رہنے کی وجہ سے ان میں جو دو اور دو چار قسم کی عقل تھی پروفیسر فخر انہیں صفیل کرنے میں بڑا لطف حاصل کرتے تھے۔

وہ تعلیم کو میلاد النبی کا فنکشن سمجھتے ۔ جب گھر گھر دیے جلتے ہیں اور روشنی سے خوشی کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ ان کے ساتھی پروفیسر جب اسٹاف روم میں بیٹھ کر خالص ہیو نوٹس کے انداز میں نو دولتی سوسائٹی پر تبصرہ کرتے تو وہ خاموش رہتے کیونکہ ان کا مسلک لونی پاسچر کا مسلک تھا۔ کولمبس کا مسلک تھا۔ ان کے دوست جب فسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس اور سلیکشن گریڈ کی باتیں کرتے تو پروفیسر فخر منہ بند کئے اپنے ہاتھوں پر نگاہیں جمالیتے۔ وہ تو اس زمانے کی نشانیوں میں سے رہ گئے تھے۔ جب شاگرد اپنے استاد کے برابر بیٹھ نہ سکتا تھا۔ جب استاد کے آشیر باد کے بغیر شانتی کا تصور بھی گناہ تھا۔ جب استاد خود کبھی حصول دولت کے لئے نہیں نکلتا تھا

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

جب استاد کہتا ۔

اے حاکم وقت سورج کی روشنی چھوڑ کر کھڑا ہو جا۔

جب بی بی نے پہلی بار پروفیسر فخر کو دیکھا تھا تو فخر کی نظروں کا مجذ د بابہ حسن شہد کی مکھیوں جیسا جذبہ خد مت اور صوفیانے کرام جیسا انداز گفتگو اسے لے ڈوبا۔ بی بی ان لڑکیوں میں سے تھی جو درخت چاہے کیسا ہی آسمان کو چھونے لگے بالا خر مٹی کے خزانوں کو نچوڑتا ہی رہتا ہے ۔ وہ چاہے کتنے ہی چھیتنا رہ کیوں نہ ہو، بالآخر اس کی جڑوں میں نیچے اترتے رہنے کی ہوس باقی رہتی ہے۔ اور پھر پروفیسر کا آدرش کوئی مانگے کا کپڑا تو تھا نہیں کہ مستعار لیا جاتا لیکن بی بی تو ہوا میں جھولنے والی ڈالیوں کی طرح یہی سوچتی رہی کہ اس کا دھرتی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہوا پر زندہ رہ سکتی ہے۔ محبت ان کے لئے کافی ہے۔

تب ابا جی زندہ تھے اور ان کے پاس شیشوں والی کار تھی جس روز وہ بی اے کی ڈگری لے کر یونیورسٹی ہال سے نکلی تو اس کے ابا جی ساتھ تھے۔ ان کی کار رش کی وجہ سے عجانب گھر کی طرف کھڑکی تھی۔ مال کو کراس کر کے جب وہ دوسری جانب پہنچے تو فٹ پاتھ پر اس نے پروفیسر فخر کو دیکھا۔ وہ جھکے ہوئے اپنی سائیکل کا پیڈل ٹھیک کر رہے تھے۔

لیکن تاجدار اس کے سامنے دو زانو آ کر بیٹھا کرتے تھے ۔ جب وہ بادشاہ جہانگیر کے دربار میں میاں میر صاحب کی طرح کہتا کہ اے شاہ آج تو بلا لیا ہے پر اب شرط عنایت یہی ہے کہ پھر کبھی نہ بلانا۔

میں ذہین آنکھوں مسکراہٹ آگئی۔ سر سلام علیکم ...

فخر نے سر اٹھایا ... اور

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

وعلیکم السلام مبارک ہو آپ کو۔۔

سیاہ گانون میں وہ اپنے آپ کو بہت مغرز محسوس کر رہی تھی ۔

سر میں لے چلوں آپ کو ۔۔

بری سادگی سے فخر نے سوال کیا۔ اپ سائیکل چلانا جانتی ہیں؟

سائیکل پر نہیں جی ۔۔میرا مطلب ہے کار کھڑی ہے جی میری۔

فخر سیدھا کھڑا ہو گیا اور بی بی اس کے کندھے برابر نظر آنے لگی۔

دیکھئے مس۔۔۔استادوں کے لئے کاروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ان کے شاگرد کارون میں بیٹھ کر دنیا کا نظام چلاتے ہیں۔ استادوں کو دیکھ کر کار روکتے ہیں لیکن استاد شاگردوں کی کار میں کبھی نہیں بیٹھتا کیونکہ شاگرد سے اس کا رشتہ دنیاوی نہیں ہوتا۔ استاد کا آسائش سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وہ مرگ چھالا پر سوتا ہے۔ بڑ کے درخت تلے بیٹھتا اور جو کی روتی کھاتا ہے۔

بی بی کو تو جیسے ہونٹوں پر بھڑ ڈس گئی۔

ابھی چند ثانے پہلے وہ ہاتھوں میں ڈگری لے کر فل سائز فوٹو کھنچوانے کا پروگرام بنا رہی تھی اور اب یہ گانوں یہ اونچا جوڑا یہ ڈگری سب کچھ نفرت انگیز بن گیا۔ جب مال رود پر ایک فوٹو گرافر کی دکان کے آگے روک کر ابا جی نے کہا ۔

ایک تو فل سائز تصویر کھنچو اور ایک پورٹریٹ۔

ابھی نہیں ابا جی میں پرسو ں اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر تصویر کھنچواؤں گی۔

صبح کی بات پر ناراض ہو ابھی تک؟ ابا جی نے سوال کیا۔

نہیں جی وہ بات نہیں ہے ۔

صبح جب وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی تو ابا جی نے دبی زبان میں کہا تھا کہ وہ کنوکیشن کے بعد اسے فوٹو گرافر کے پاس نہ لے جا سکیں گے کیونکہ انہیں کمشنر سے ملنا تھا۔ اس بات پر بی بی نے منہ پھلا لیا تھا۔ اور جب تک ابا جی نے وعدہ

tsurdu.blogspot.com

بی اے کے بعد کالج کا ماحول دور رہ گیا۔ یہ ملاقات بھی گرد آلود ہو گئی اور غالبا طاق نسیاں پر بھی دھری رہ جاتی اگر اچانک کتابوں کی دکان پر ایک دن اسے پروفیسر فخر نظر نہ آجاتے۔

وہ حسب معمول سفید قمیض خاکی پتلون میں ملبوس تھے۔ رومن نوز پر عینک ٹکی تھیاور وہ کسی کتاب کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے ۔ بی بی اپنی دو تین سہیلیوں کے ساتھ دکان میں داخل ہوئی ۔ اسے ویمن اینڈ ہوم قسم کے رسالے درکار تھے ۔ عید کارڈ اور سٹچ کرافٹ کے پمفلٹ خریدنے تھے۔ لو کیلری ڈائٹ قسم کی ایسی کتابوں کی تلاش تھی جو سالوں میں بڑھایا ہوا وزن ہفتوں میں گھٹا دینے کے مشورے جانتی ہیں لیکن اندر گھستے ہی گویا آئینے کا لشکار پڑا۔

جب بات پڑھنے پڑھانے تک جا پہنچی تو پروفیسر فخر بولے۔

جی ہاں میں انہیں پڑھا دوں گا۔ بخوشی۔

اب پہلو بدل کر ریٹائرڈ ڈی سی صاحب نے کہا۔۔ معاف کیجئے پروفیسر صاحب لیکن بات پہلے ہی واضح ہو جانی چاہئیے۔ یعنی آپ ۔۔میرا مطلب ہے آپ کی رینومریشن کیا ہو گی؟ ٹیوشن کی فیس کو خوبصورت سے انگریزی لفظ میں ڈھال کر گویا ڈی سی صاحب نے اس میں سے ذلت پھانس نکال دی۔

لیکن پروفیسر صاحب کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ مونڈھے کی پشت کو دیوار سے لگا کر گورنمنٹ پڑھانے نہیں کر لیا تب تک وہ کار میں سوار نہ ہوئی تھی۔

نہ دیتی بولے۔

کا عوضا

اب کار فوٹو گرافر کی دکان کے آگے کھڑی تھی۔ ابا جی اس کی طرف

اس کے میں۔۔۔مجھے

کھڑے تھے لیکن تصویر کھنچوانے کی تمنا آپی آپ مر گئی۔

شرّ دراصل وازہ کھولے

ہے کا در علاوہ۔۔۔میں

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

ٹیوشن نہیں کرتا۔۔تعلیم دیتا ہوں۔ جو چاہے جب چاہے مجھ سے پڑھ سکتا ہے۔

tsurdu.blogspot.com

لیکن یہ تو آپ کی آفیشل ڈیوٹی نہیں ہے سر۔۔یہ تو۔۔

دیکھئے جناب ۔۔میں اس لئے پڑھاتا ہوں کہ مجھے پڑھانے کا شوق ہے اگر میں تحصیلدار ہوتا تو بھی پڑھاتا۔۔ اگر ضلع کا ڈی سی ہوتا تو بھی پڑھاتا۔۔کچھ لوگ پیدائشی میری طرح ہوتے ہیں۔ ان کے ماتھے پر مہر ہوتی ہے پڑھانے کی ۔۔ان کے ہاتھوں پر لکیر ہوتی ہے پڑھانے کی۔

بی بی کے حلق میں نمکین آنسو آگئے۔

دو غیرتوں کا مقابلہ تھا ۔ایک طرف ڈی سی صاحب کی وہ غیرت تھی جسے ہر ضلع کے افسروں نے کلف لگائی تھی۔ دوسری جانب ایک آدمی کی گیرت تھی جو گھونگے کی طرح اپنا سارا گھر اپنے ہی جسم پر لاد کر چلا کرتا ہے اور ذرا سی آہٹ پاکر اس گھونگے میں گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب بڑی بھلی سی باتیں کیے جا رہے تھے اور اس کے ابا جی مونڈھے میں یوں بیٹھتے تھے جیسے بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے ہوں۔

فائن آرٹ کا دولت کی ذخیرہ اندوزی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ میں سمجھتا ہوں میرا پروفیشن فائن آرٹس کا ایک شعبہ ہے۔ انسان میں کلچر کا شعور پیدا کرنے کی سعی۔۔۔ انسان میں تحصیل علم کی خواہش کا بیدار کرنا۔۔عام سطح سے اٹھ کر سوچتا اور سوچتے رہنا۔ ایک صحیح استاد ان نعمتوں کو بیدار کرتا ہے۔ ایک تصویر ، ایک گیت ، ایک خوبصورت بت بھی یہی کچھ کر پاتے ہیں۔ ساز بجانے والے کو اگر آپ لاکھ روپیہ دیں اور اس پر پابندی لگائیں کہ وہ ساز کو ہاتھ نہ لگائے گا تو وہ غالبا وہ۔۔اگر وہ جینیس ہے تو آپ کی پیشکش ٹھکرا دے گا۔ میں ٹیچر ہوں ۔جینیس نہیں فیک نہیں ہوں ۔۔زبیری صاحب ۔۔۔

tsurdu.blogspot.com

یہ تینوں اوصاف پروفیسروں میں بقدر ضرورت ملتے ہیں ۔ اسی لئے ایسے کالجوں میں جہاں مخلوط تعلیم ہو لڑکیاں عموما اپنے پروفیسروں کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہیں ۔ اس محبت کا چاہے کچھ نتیجہ نہ نکلے لیکن ہیرو شپ کی طرح اس کا اثر ان کے ذہنوں

ڈی سی صاحب اپنی بیٹی کے سامنے ہار ماننے والے نہ تھے۔

اور جو پیٹ میں کچھ نہ ہو تو غالبا ساز ندہ مان جانے گا۔

پھر وہ ساز نواز فیک ہوگا۔ پیسن کا اس کی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو گا بلکہ غالبا وہ اپنے آرٹ کو ایک تمغہ ایک پاسپورٹ ، ایک اشتہار کی طرح استعمال کرتا ہوگا۔ اچھا جی آپ پیسے نہ لیں لیکن بی بی کو پڑھا تو دیا کریں۔

جی ہاں بخوشی پڑھا دوں گا۔

تو کب آیا کریں گے آپ ؟ میں کار بھجوا دیا کروں گا۔

پروفیسر فخر کی آنکھیں تنگ ہو گئیں اور وہ ہچکچا کر بولے ۔میں تو کہیں نہیں جاتا شا کے وقت...

تو میرا مطلب ہے کہ آپ اسے پڑھائیں گے کیسے؟

یہ چار سے پانچ کے درمیان کسی وقت آجایا کریں۔ میں پڑھا دیا کروں گا۔

بی بی کے پیروں تلے سے یوں زمین نکلی کہ اس وقت تک واپس نہ لوٹی جب تک وہ اپنے پلنگ پر لیٹ کر کئی گھنٹے تک آنسوؤں سے اشنان نہ کرتی رہی۔

عورت کے لئے عموما مرد کی کشش کے تین پہلو ہوتے ہیں ۔

بے نیازی

ذہانت اور

فصاحت

tsurdu.blogspot.com

میں ابدی ہوتا ہے جس طرح ملکیت ظاہر کرنے کے لئے پرانے زمانے میں گھوڑوں کو داغ دیا جاتا تھا اسی طرح اس رات بی بی کے دل پر مہر فخر لگ گئی۔ ابا جی ہر آنے جانے والے سے پروفیسر فخر کے احمق پن کی داستان یوں سنانے بیٹھ جاتے جیسے یہ بھی کوئی ویت نام کا مسئلہ ہو۔ ان کے ملنے والے پروفیسر فخر کی باتوں پر خوب ہنستے ۔ بی بی کو شبہ ہو چلا تھا کہ انہوں نے بیٹی کو ٹیوشن کی اجازت نہ دی تھی پھر بھی اندر ہی اندر ابا جی فخر کی شخصیت سے مرعوب ہو چکے تھے ۔

ایک دن جب بی بی اپنی ایک سہیلی سے ملنے سمن آباد گئی اور سامنے والی لائن میں اسے پروفیسر فخر کا مکان دکھائی دیا تو اچانک اس کے دل می ایک زبر دست خواہش اٹھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اس سارے وقت پروفیسر صاحب کالج جا چکے ہوں گے۔ پھر بھی وہ گھر کے اندر چلی گئی ۔سارے کمرے کھلے پڑے تھے ۔ لمبے کمرے میں ایک چارپائی بچھی تھی جس کا ایک پایہ غائب تھا اور اس کی جگہ اینٹوں کی تھٹی لگی ہوئی تھی۔ تینوں کمروں میں کتابیں ہی کتابیں تھیں ۔ہر سائز کی ، ہر پیپر، اور ہر طرح کی پرنٹنگ والی کتابیں ۔ ان کتابوں کو درستگی کے ساتھ آراستہ کرنے کی خواہش بڑی شدت کے ساتھ بی بی کے دل میں اٹھی۔۔

جستی ٹرنک پر پڑے ہوئے کپڑے ، زرد رو چھپکلیاں جو بڑی آزادی سے چھت پر سے جھانک رہی تھیں اور کونوں میں لگے ہوئے جالے۔ ان چیزوں کا بی بی پر بہت گہرا اثر ہوا۔ باورچی خانے سے کچھ جلنے کی خوشبو آ رہی تھی لیکن پکانے والا دیگچی اسٹوو پر رکھ کر کہیں گیا ہوا تھا۔ بی بی نے تھوڑا سا پانی دیگچی میں ڈالا اور سہیلی سے ملے بغیر آگئی۔

جس رو بی بی نے پروفیسر فخر سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا اسی روز جمالی ملک کا رشتہ بھی آگیا۔ جمالی ملک لاہور کے ایک نامی گرامی ہوٹل میں منیجر تھے ۔ بڑی

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

جمالی ملک اپنے ہوٹل کی طرح تنظیم ، صفائی اور سروس کا سمبل تھے۔

tsurdu.blogspot.com

انر کنڈیشنڈ لابی میں پھرتے ہوئے، مدھم بتیوں والی بار میں سر پرائز وزٹ کرتے ہوئے لفٹ کے بٹن دباتے ہوئے، ڈائننگ ہال میں وی آئی پیز کے ساتھ پر تکلف گفتگو کرتے ہوئے، ان کا وجد کٹ گلاس کے فانوس کی طرح خوبصورت اور چمکدار تھا۔

جس روز اسی بڑے ہوٹل کے بڑے منیجر نے بی بی کے خاندان کو کھانے کی دعوت دی۔ اسی روز ڈرائی کلینز سے واپسی پر بی بی کی مڈ بھڑی پروفیسر فخر کے ساتھ ہو گئی۔ وہ فٹ پاتھ پر پرانی کتابوں والی دوکانوں کے سامنے کھڑے تھے اور ایک پرانا سا مسودہ دیکھ رہے تھے۔

ان سے پانچ چھ قدم دور ہر مال ملے گا آٹھ آنے والا چیخ چیخ کر سب کو بلا رہا تھا۔ ذرا سا ہٹ کر وہ دکان تھی جس میں سرخ چونچوں والے طوطے ، سرخ افریقہ کی چڑیاں اور خوبصورت لقے کبوتر غٹر غوں غٹر غوں کر رہے تھے۔ پروفیسر صاحب پر سارے بازار کا کوئی اثر نہ ہو رہا تھا اور وہ بڑا انہماک سے پڑھنے میں مشغول تھے۔ کار پارک کرنے کی کوئی جگہ نہ تھی ۔ بالاخر محکمہ تعلیم کے دفتر میں جا کر پارک کروائی اور خود پیدل چلتی ہوئی پروفیسر فخر تک جا پہ نچی ۔

itsurdu.blogspot.com

پنے چمکدار بوٹوں کی پرانی کتابیں بیچنے والے دور تک پھیلے تھے۔ کرم خوردہ کتابوں کے ڈھیر تھے۔ ایسی کتابیں اور رسالے بھی تھے جنہیں امریکن وطن لوٹنے سے پہلے بیچ گئے تھے اور جن کے صفحے بھی ابھی کھلے نہ تھے۔

نظر آتے تھے۔ صاف سیروں کے حساب سے پریس کی ہوئی شخصیت تھی اپنی پتلون کی کریز کی طرح ۔ ا طرح جگمگاتی ہوئی شخصیت ۔ وہ کسی ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار ستھرے دانتوں کی چمک ہمیشہ چہرے پر رہتی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

سلام علیکم سر...

چونک کر سر نے پیچھے دیکھا تو بی بی شرمندہ ہوگئی۔ اللہ اس پروفیسر کی آنکھ میں کبھی پہچان کی کرن جاگے گی؟ ہر بار نئے سرے سے اپنا تعارف تو نہ کروانا پڑے گا۔

آپ اتنی دھوپ میں کھڑے ہیں سر...

پروفیسر نے جیب سے ایک بوسیدہ اور گندہ رومال نکال کر ماتھا صاف کیا اور آہستہ سے بولے۔ ان کتابوں کے پاس آکر گرمی کا احساس باقی نہیں رہتا۔

بی بی کو عجیب شرمندگی سی محسوس ہوئی کیونکہ جب کبھی وہ پڑھنے بیٹھتی تو ہمیشہ گردن پر پسینے کی نمی سی آجاتی اور اسے پڑھنے سے الجھن ہونے لگتی۔

آپ کو کہیں جانا ہو تو جی میں چھوڑ آؤں آپ کو۔

نہیں میرا سائیکل ہے ساتھ..شکریہ۔

بات کچھ بھی نہ تھی ۔ فٹ پاتھ پر پرانی کتابوں کی دکان کے سامنے ایک بے نیاز چھوٹے پروفیسر کے ساتھ جس کے کالر پر میل کا نشان تھا، ایک سر سری ملاقات تھی چند جانے بھر کی۔ لیکن اس ملاقات کا بی بی پر تو عجیب اثر ہوا۔ سارا وجود تحلیل ہو کر ہوا میں مل گیا۔ کندھوں پر سر نہ رہا۔ اور پاؤں میں ہلنے کی سکت نہ رہی۔ حالانکہ پروفیسر فخر نے اس سے ایک بات بھی ایسی نہ کی جو بظاہر توجہ طلب ہوتی۔ پر بی بی کے تو ماتھے پر جیسے انہوں نے اپنے ہاتھ سے چندن کا ٹیکہ لگ دیا۔ کھوئی کھوئی سی گھر آئی اور غائب سی بڑے ہوٹل پہنچ گئی۔

جب وہ شموز کی ساتھی پہنے آئینہ خانے سے لابی میں پہنچی تو دراصل وہ آکسیجن کی طرح ایک ایسی چیز بن چکی تھی جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جمالی ملک صاحب شارک سکن کے سوٹ میں ملبوس، کالر میں کار نیشن کا پھول لگائے گھنٹوں پر کلف شدہ سرویٹ رکھے اتنے ٹھوس نظر آرہے تھے کہ سام نے میز پر کہنیاں ٹکائے

tsurdublogspot.com

جھینگے کا پلاؤ اور چوپ سوئی کھانے والی لڑکی پر انہیں شبہ تک نہ ہو سکا اور وہ جان ہی نہ سکے کہ مسلسل باتیں کرنے والی لڑکی دراصل ہوٹل میں موجود ہی نہیں ہے۔ اگر بی بی کی شادی جمالی ملک سے ہو جاتی تو کہانی آسنگ لگے کیک کی طرح دلاویز ہوتی۔ لفٹ کی طرح اوپر کی منزلوں کو چڑھنے والی، سونمنگ پول کے اس تختے کی طرح جس پر چڑھ کر ہر تیرنے والا سمر سولٹ کرنے سے پہلے کئی فٹ اوپر چلا جایا کرتا ہے۔

لیکن۔

شادی تو بی بی کی پروفیسر فخر سے ہو گئی۔

ڈی سی صاحب کی بیٹی کا بیاہ اس کی پسند کا ہوا اور اس شادی کی دعوت ہوٹل میں دی گئی جس کے منیجر جمالی صاحب تھے ۔ دلہن کے گھر والون نے چار ڈی لکس قسم کے کمرے دو دن پہلے بک کر رکھے تھے اور بڑے ہال می جہاں رات کا آرکشترا بجا کرتا ہے وہیں دولہا دلہن کے اعزاز میں بہت بڑی دعوت رہی۔ نکاح بھی ہوٹل ہی میں ہوا اور رخصتی بھی ہوٹل ہی سے ہوئی ۔ ساری شادی سے ہنگامہ منقود تھا۔ ایک ٹھنڈ کا ایک خاموشی کا احساس مہمانوں پر طاری تھا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے ہال می یخ بستہ کولڈ ڈرنکز پیتے ہوئے سرد مہر سے مہمانوں سے مل کر بی بی اپنے میاں کے ساتھ سمن آباد چلی گئی۔

لیکن اس رخصتی سے پہلے ایک اور بھی چوھتا سا واقعہ ہوا۔

نکاح سے پہلے جب دلہن تیار کی جا رہی تھی اور اسے زیور پہنایا جا رہا تھا، اس وقت بجلی اچانک فیوز ہو گئی۔ پہلے بتیاں گئیں ۔ پھر اینر کنڈیشنز کی آواز بند ہو گئی۔ چند ثانئے تو کانوں کو سکون سا محسوس ہوا لیکن پھر لڑکیوں کا گروہ کچھ تو گرمی کے م ارے اور کچھ موم بتیوں کی تلاش میں باہر چلا گیا۔

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

بتیاں پورے آدھے گھنٹے بعد آئیں۔

اب خدا جانے یہ جمالی ملک کی اسکیم تھی یا واپڈا والوں کی سازش تھی۔ بجلی کے چلے جانے کے کوئی دس منٹ بعد بی بی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ ڈری ہوئی آواز میں بی بی نے جواب دیا۔

کم ان ۔

ہاتھ میم شمعدان لئے جمالی ملک داخل ہوا۔

اس نے آدھی رات جیسا گہرا نیلا سوٹ پہن رکھا تھا۔ کالر میں سرخ کا رنیشن کا پھول تھا اور اس کے آتے ہی تمباکو ملی کوئی تیز سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔

بی بی کا دل زور زور سے بجنے لگا۔

میں یہ بتانے آیا تھا کہ ہمارا جنریٹر خراب ہو گیا ہے ۔ تھوڑی دیر میں بجلی جانے گی۔

کسی چیز کی ضرورت تو نہیں آپ کو ؟

وہ خاموش رہی۔

میں یہ کینڈل اسٹینڈ آپ کے پاس رکھ دوں؟

اثبات میں بی بی نے سر ہلادیا ۔

جمالی ملک نے شمعدان ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا۔

جب پانچ موم بتیوں کا عکس بی بی کے چہرے پر پڑا اور کنکھیوں سے اس نے آئینے کی طرف دیکھا تو لمحہ بھر کو اپنی صورت دیکھ کر وہ خود حیران سی رہ گئی۔

آپ کی سہیلیاں کدھر گئیں ؟

وہ نیچے چلی گئی ہیں شاید۔۔۔

اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ۔۔تو میں یہاں بیٹھ جاؤں چند منٹ ۔

بی بی نے اثبات میں سر ہلادیا۔

وہ اپولو کی طرح وجیہہ تھا۔ جب اس نے ایک گھٹنے پر دوسرا گھٹنا رکھ کر سر کو

itsurdu.blogspot.com

صوفے کی پشت سے لگایا تو بی بی کو عجیب قسم کی کشش محسوس ہوئی۔ جمالی ملک
کے ہاتھ میں سارے ہوٹل کی ماسٹر چابیاں تھیں اور اس کی بڑی سی انگوٹھی نیم
روشنی میں چمک رہی تھی۔

اس خاموش خوبصورت آدمی کو بی بی نے اپنے نکاح سے آدھ گھنٹہ پہلے پہلی بار دیکھا
اور اس کی ایک نظر نے اسے اپنے اندر اس طرح جذب کر لیا جیسے سیاہی چوس سیاہی
کو جذب کر تا ہے ۔

میں آپ کو مبارکباد پیش کر سکتا ہوں؟ اس نے مضطرب نظروں سے بی بی کو دیکھ کر
پوچھا۔

وہ بالکل چپ رہی۔

لڑکیاں خاص کر آپ جیسی لڑکیوں کو ایک بڑا زعم ہوتا ہے اور اسی ایک زعم کے ہاتھوں
وہ ایک بہت بڑی غلطی کر بیٹھتی ہیں۔

نقلی پلکوں والے بوجھل پپوٹے اٹھا کر بی بی پوچھا۔ کیسی غلطی۔ ؟

کچھ لڑکیاں محض رشی سا دھوؤں کی تپسیاں توڑنے کی خوشی کی معراج سمجھتی ہیں۔

وہ سمجھتی ہیں کہ کسی بے نیاز کی ڈھال میں سوراخ کر کے وہ سکون کی معراج کو پا
لیں گی۔ کسے کے تقوی کو برباد کرنا خوشی کے مترادف نہیں ہے۔ کسی کے ذہد کو عجز
و انکساری میں بدل دینا کچھ اپنی راحت کا باعث نہیں۔ ہاں دوسروں کے لئے احساس
شکست کا باعث ہو سکتی ہے یہ بات۔

ہیں۔ن تھا۔ چابیاں ہاتھ میں گھوم پھر رہی تھی۔ ذہانت اور فصاحت نادریا روا
شکن بننا چاہتی یہ عزم ۔۔عورتوں میں لڑکیوں میں کب ختم ہوگا۔؟ آپ بھی توبہ

مجھے پروفیسر فخر سے محبت ہے۔

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

وہ چاہتی تھی کہ جمالی ملک سے کہے کہ تم کون ہوتے ہو مجھے پروفیسر کے متعلق کچھ بتانے والے۔ تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ یہاں لیدر کے صوفے سے پشت لگا کر سارے ہوٹل کی ماسٹر چابیاں ہاتھ میں لے کر اتنے بڑے آدمی پر تبصرہ کرو۔ لیکن وہ بے بس سنے جا رہی تھی اور کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔

میں پروفیسر صاحب سے واقف نہیں ہوں لیکن جو کچھ سنا ہے اس سے یہی اندازہ لگایا ہے کہ ۔ وہ اگر مجرو رہتے تو بہتر ہوتا۔ عورت تو خواہ مخواہ توقعات وابستہ کر لینے والی شے ہے۔ وہ بھلا اس صنف کو کیا سمجھ پائیں گے؟

جمالی صاحب۔۔ اس نے التجاکی۔

آپ سی لڑکیاں اپنے رفیق حیات کو اس طرح چنتی ہیں جس طرح مینو میں سے کوئی اجنبی نام کی ڈش آرڈر کر دی جائے۔ محض تجربے کی خاطر ۔۔ محض تجس س کے لئے۔

وہ پھر بھی چپ رہی۔

اتنے سارے حسن کا پروفیسر صاحب کو کیا فائدہ ہوگا بھلا۔ منی پلاٹ پانی کے بغیر سوکھ جاتا ہے۔ عورت کا حسن پر ستش اور ستائش کے بغیر مرجھا جاتا ہے۔ کسی ذہن مرد کو بھلا کسی خوبصورت عورت کی کب ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لئے تو کتابوں کا حسن بہت کافی ہے۔

محبت ؟ آپ پروفیسر فخر کو یہ بتانا چاہتی ہیں کہ اندر سے وہ بھی گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں۔ اپنے تمام آئیڈیلز کے باوجود وہ بھی کھانا کھاتے ہیں۔ سوتے ہیں ۔ اور محبت کرتے ہیں ۔ ان کا کورٹ آف آرمر اتنا سخت نہیں جس قدر وہ سمجھتے ہیں۔

ہاتھوں جل رہا سادھے شمعدان سمیت دم اپنی پانچ موم بتیوں تھا اور وہ کیوٹیکس لگے کو بغور دیکھ رہی تھی۔

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

مجھ سے بہتر قصیدہ گو آپ کو کبھی نہیں مل سکتا قمر۔ مجھ سا گھر آپ کو نہیں مل سکتا کیونکہ میرا گھر اس ہوٹل میں ہے اور ہوٹل سروس سے بہتر کوئی سر وس نہیں ہوتی اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری باتوں پر آپ کو اس وقت یقین آئے گا جب آپ کے چہرے پر چھائیاں پڑ جائیں گی۔ ہاتھ کیکر کی چھال جیسے ہو جائیں گے اور پیٹ چھاگل میں بدل جائے گا۔ میں تو چاہتا تھا۔ میری تو تمنا تھی کہ جب ہم اس ہوٹل کیلابی میں اکھٹے پہنتے ۔ جب اس کی بار میں ہم دونوں کا گزر ہوتا۔ جب اس کی گیلریوں میں ہم چلتے نظر آتے تو امریکن ٹورسٹ سے لے کر پاکستانی پیٹی بوذو تک سب ہماری خوشی نصیبی پر رشک کرتے لیکن آپ آئیڈیلسٹ بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ حسن کے لئے گرھا ہے بربادی ہے۔

ساون کی رات جیسا گہرا نیلا سوٹ، کارنیشن کا سرخ پھول اور آفٹر شیو لوشن سے بسا ہوا چہرہ بالاخر دروازے کی طرف بڑھا اور بڑھتے ہوئے بولا۔ کسی سے آئیڈیلز مستعار لے کر زندگی بسر نہیں ہو سکتی محترمہ۔۔ آدرش جب تک اپنے ذاتی نہ ہوں ہمیشہ منتشر ہو جاتے ہیں ۔ پہاڑوں کا پودا ریگستانوں میں نہیں لگایا کرتا۔

اس میں تو اتنا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا کہ آخری نظر جمالی ملک پر ہی ڈال لیتی۔ دروازے کے مدر و ہینڈل پر ہاتھ ڈال کر جمالی ملک نے تھوڑا سا پٹ کھول دیا۔ گیلری سے لڑکیوں کے ہنسنے کی آوازیں آنے لگی۔

میں بھی کس قدر احمق ہوں اس سے اپنا کیس کر رہا ہوں جو کبھی کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اچھا جی مبارک ہو آپ کو۔

پر اور دیکھا اور پھر اپنے آپ دروازہ کھلا بند ہو گیا۔ لعنت بھیجتی نظر بی بی نے وجیہہ جاتے ہوئے منیجر کو ایک

tsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ہونی اس نے نظریں جھکالیں۔

چند لمحو ں بعد دروازہ پھر کھلا اور ادھ کھلے پٹ سے جمالی ملک نے چہرہ اندر کر کے دیکھا۔ اس کی ہلکی براؤن آنکھوں میں نمی اور شراب کی ملی جلی چمک تھی جیسے گلابی شیشے پر آہوں کی بھاپ اکھٹی ہو گئی ہو۔

مجھ سے بہتر آدمی تو آپ کو مل رہا ہے۔ لیکن مجھ سے بہتر گھر نہ ملے گا آپ کو مغربی پاکستان میں ۔

اسی طرح سنتو جمعدارنی کے جانے پر بی بی نے سوچا تھا۔ ہم سے بہتر گھر کہاں ملے گا کملوہی کو۔

اسی طرح خورشید کے چلے جانے پر وہ دل کو سمجھاتی تھی کہ اس بد بخت کو اس سے اچھا گھر کہاں ملے گا اور ساتھ ساتھ ہی یہ بھی جانتی تھی کہ اس سے بہتر گھر چاہے نہ ملے وہ لوٹ کر آنے والیوں میں سے نہیں تھیں۔ اتنے برس گزرنے کے بعد آج ایک پل تعمیر ہو گیا۔ آپی آپ ماضی سے جوڑنے وال۔ وہ دل برداشتہ انار کلی چلی گئی۔ اس خیال تھا کہ وہ چار گھنٹے کی غیر موجودگی میں سب کچھ ٹھیک کر دے گی۔ سنتو جمعدارنی اور خورشید تک کو آتے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

لیکن ہوا یوں کہ ج ب وہ اپنے اکلوتے دس روپے کے نوٹ کو ہاتھ میں لئے بازار میں کھڑی تھی اور سامنے ربڑ کی چپلو ں والے سے بھاؤ کر رہی تھی اور نہ چپلوں والے پونے تین سے نیچے اترتا تھا اور نہ وہ ڈھائی روپے سے اوپر چڑھتی تھی عین اس وقت ایک سیاہ کار اس کے پاس آکر رکی۔

اپنے بوائے پھٹے پیروں کو نئی چپل میں پھنسا تے ہوئے اس نے ایک نظر کار والے پر

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com

ڈالی۔

وہ اپالو کی بت کی طرح وجیہہ تھا۔

کنپٹیوں کے قریب پہلے چند سفید بالوں نے اس کی وجاہت پر رعب حسن کی مہر بھی لگا دی تھی۔ وقت نے اس سینٹ کا کچھ نہ بگاڑا تھا۔ وہ اسی طرح محفوظ تھا جیسے ابھی ابھی کولڈ اسٹوریج سے نکلا ہو۔

بی بی نے اپنے کیکر کے چھال جیسے ہاتھ دیکھے۔

پیٹ پر نظر ڈالی جو چھاگل میں بدل چکا تھا۔

اور ان نظروں کو جھکا لیا جن میں اب کنیزہ گوند کی بجھی بجھی سی چمک تھی۔

جمالی ملک اس کے پاس سے گزرا لیکن اس کی نظروں میں پہچان کی گرمی نہ سلگی ۔

واپسی پر وہ پروفیسر صاحب سے آنکھیں چرا کر بستر پر لیٹ گئی اور آنسوؤں کا رکا ہوا سیلاب اس کی آنکھوں سے بہہ نکلا۔

پروفیسر صاحب نے بہت پوچھا لیکن وہ انہیں کیا بتاتی کہ درخت چاہے کتنا ہی اونچا کیوں نہ چلا جائے اس کی جڑیں ہمیشہ زمین کو ہوس سے کریدتی رہتی ہیں ۔ وہ انہیں کیا سمجھاتی کہ آئیڈیلز کچھ مانگے کا کپڑا نہیں جو پہن لیا جائے۔

وہ انہیں کیا کہتی کہ عورت کیسے توقعات وابستہ کرتی ہے۔

اور....

یہ توقعات کا محل کیونکر ٹوٹتا ہے؟

وہ غریب پروفیسر صاحب کو کیا سمجھاتی ۔

ایسی باتیں تو غالباً اب جمالی ملک بھی بھول چکا تھا۔

tsurdu.blogspot.com